www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تحقیق و تنقید

پروفیسر محمد دین قاسمی

اِنسانی فِطرت اَور پرویز

فطرتِ انسانی کے متعلق پرویز صاحب کا موقف

ان کے مندرجہ ذیل اقتباسات سے ظاہر ہے:

۱۔ فطرت مجبور اشیاء کی ہوتی ہے جو اسے بدلنے پر قادر نہیں ہوتیں۔ لہٰذا صاحبِ اختیار و ارادہ کی کوئی فطرت نہیں ہو سکتی اور انسان کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صاحبِ اختیار و ارادہ ہے۔

(تفسیر مطالبُ الفرقان ج ۲، صفحہ ۳۳)

۲۔ فطرت ان بنیادی خصوصیات کو کہا جاتا ہے جو غیر متبدل ہوں، اگر انسانی فطرت کے نظریہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر خُدا کی طرف سے سلسلۂ ہدایت اور حضرات انبیاء کی بعثت، عبث ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ جب فطری خصوصیات کو بدلا ہی نہیں جا سکتا تو پھر اس تمام سلسلۂ رشد و ہدایت سے حاصل کیا ہوگا۔

(تفسیر مطالبُ الفرقان ج ۲، صفحہ ۳۶)

۳۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا (۷۰/۱۹) "انسان بڑا ہی بے صبرا ہے اس کی نیت ہی نہیں بھرتی"

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (۳۳/۷۲) "بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے"

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ (۸۰/۱۷) "بڑا ہی ناشکرا ہے"

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ (۱۷/۱۱) "بڑا ہی جلد باز ہے"

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (۱۸/۵۴) "اکثر باتوں میں جھگڑتا رہتا ہے"

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ (۳۶/۷۷) "بڑا ہی جھگڑالو ہے"

یہ کچھ قرآن نے "الإنسان" کے متعلق کہا ہے، اگر یہ مان لیا جائے کہ خدا نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے تو اس سے خود "خدا کی فطرت" کے متعلق جو تصور سامنے آتا ہے وہ نعوذ باللہ بڑا گھناؤنا ہے لہذا قرآن کی رو سے یہ نظریہ صحیح نہیں کہ خدا نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے۔

(لغات القرآن، صفحہ ۱۲۹۲)

۴۔ اگر انسان کی کوئی "فطرت" ہوتی تو اسے ارادہ واختیار کی صلاحیت کبھی نہ ملتی۔ "فطرت" اور "اختیار و ارادہ" دو متضاد باتیں ہیں، خارجی کائنات میں ہر شئے کی ایک فطرت ہے، اس لئے ان میں سے کسی کو اختیار و ارادہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ انسان کو اختیار و ارادہ کی صلاحیت حاصل ہے اسلئے اس کی کوئی فطرت نہیں۔

(لغات القرآن، صفحہ ۱۲۹۴)

پرویز صاحب کی ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ انسان کی کوئی فطرت نہیں ہے۔

۲۔ فطرت مجبور اشیاء کی ہوتی ہے۔

۳۔ اگر انسان کی فطرت وہ ہو جو قرآن نے هَلُوعًا، ظَلُومًا جَهُولًا اور أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا میں بیان کی ہے، اور خدا کی بھی یہی فطرت ہو تو اس سے خدا کے متعلق بڑا گھناؤنا تصور سامنے آتا ہے۔

لفظ فطرت کی لغوی وضاحت:

قبل اس کے کہ ہم پرویز صاحب کے ان نکات پر تفصیل سے بحث کریں، فطرت کا مفہوم از روئے لغت جاننا ضروری ہے۔

اس لفظ کا مادہ (ف۔ط۔ر) ہے۔ اس کا بنیادی معنیٰ کسی حجاب یا رکاوٹ سے کسی چیز کا باہر آنا یا اسے نکالنا اور ظاہر کرنا ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

- فَطَرَ الشَّيْءَ يَفْطِرُهُ فَطْرًا، فَانْفَطَرَ وَفَطَّرَهُ: شَقَّهُ وَتَفَطَّرَ الشَّيْءُ: تَشَقَّقَ، وَالْفَطْرُ: الشَّقُّ، وَجَمْعُهُ فُطُورٌ وَفِي التَّنْزِيلِ الْعَزِيزِ: هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ .... وَأَصْلُ الْفَطْرِ الشَّقُّ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى- إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ أَيِ انْشَقَّتْ .... وَانْفَطَرَ الثَّوْبُ إِذَا انْشَقَّ وَكَذَالِكَ تَفَطَّرَ، وَتَفَطَّرَتِ الْأَرْضُ بِالنَّبَاتِ إِذَا تَصَدَّعَتْ .... وَفَطَرَ اللّٰهُ الْخَلْقَ يَفْطُرُهُمْ: خَلَقَهُمْ وَبَدَأَهُمْ وَالْفِطْرَةُ: الْاِبْتِدَآءُ وَالْاِخْتِرَاعُ وَفِي التَّنْزِيلِ الْعَزِيزِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ- قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا كُنْتُ أَدْرِيْ مَا فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ حَتّٰى أَتَانِيْ أَعْرَابِيَّانِ يَخْتَصِمَانِ فِيْ بِئْرٍ- فَقَالَ أَحَدُهُمَا: أَنَا فَطَرْتُهَا أَيْ أَنَا ابْتَدَأْتُ حَفْرَهَا وَذَكَرَ أَبُو الْعَبَّاسِ أَنَّهُ سَمِعَ مِنِ ابْنِ الْأَعْرَابِيِّ يَقُوْلُ: أَنَا أَوَّلُ مَنْ فَطَرَ هٰذَا أَيِ ابْتَدَأَهُ-

اَلْفِطْرُ: اَلْاِبْتِدَاءُ وَالْاِبْتِدَاءُ وَالْفِطْرَةُ مِنْهُ الْحَالَةُ كَالْجِلْسَةِ وَالرِّكْبَةِ-

(لسان العرب ج ، صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۵۸)

- فَطَرَ الشَّيْءَ يَفْطِرُهُ فَطْرًا فَانْفَطَرَ: "اس نے ایک شیٔ کو پھاڑا وہ پھٹ گئی۔ وَفَطَّرَهُ اس نے اسے شق کیا (پھاڑ ڈالا) تَفَطَّرَ الشَّيْءُ چیز پھٹ گئی۔

اَلْفَطْرُ: پھٹن، شگاف، اس کی جمع فطور ہے۔ قرآن میں ہے: هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ۔ "کیا تو کوئی دراڑ یا شگاف دیکھتا ہے"

وَأَصْلُ الْفَطْرِ: الشَّقُّ: فطر کا اصل مفہوم پھٹنا یا پھاڑنا ہے، اِسی سے یہ فرمان ایزدی ہے: إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ: "جب آسمان پھٹ پڑے گا" ....

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وَانْفَطَرَ الثَّوْبُ إِذَا انْشَقَّ۔ کپڑے کا پھٹ جانا اور اسی طرح کہا جاتا ہے،
تَفَطَّرَتِ الْأَرْضُ بِالنَّبَاتِ إِذَا تَصَدَّعَتْ۔ زمین سے نباتات پھوٹ پڑی
جبکہ زمین پھٹ پڑی اور نباتات برآمد ہوئی۔
اَلْفَطْرُ: ابتداء اور اختراع (کو کہتے ہیں) اور فِطْرَۃٌ، اسی ابتدائی اور اختراعی
حالت کا نام ہے جیسے جلسہ اور رکبہ۔

- (فطر) اَلْفَاءُ وَالطَّاءُ وَالرَّاءُ اَصْلٌ صَحِيْحٌ يَدُلُّ عَلٰى فَتْحِ شَيْءٍ وَإِبْرَازِهٖ۔ مِنْ ذٰلِكَ الْفِطْرُ مِنَ الصَّوْمِ يُقَالُ أَفْطَرَ إِفْطَارًا۔

(معجم مقاییس اللغۃ ج ۴، صفحہ ۵۱۰)

- ف۔ط۔ر، اس کی صحیح اصل ہے جو کسی چیز کے کھل جانے اور نمایاں ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اسی سے ہے روزوں کا افطار کرنا۔

چونکہ عامۃ الناس کو لغوی تحقیق سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اس لیے ہم انہی دو لغات کے اقتباسات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اس سے یہ واضح ہے کہ اس لفظ کے مادہ (ف۔ط۔ر) کے بنیادی معنوں میں پھٹنے اور شق ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے، لیکن اس طرح پھٹنا کہ پھٹ کر نکلنے والی چیز، اپنے موانعات، مزاحمات اور پردوں میں سے نکل کر برآمد ہو۔ مثلاً

۱۔ فَطَرَ نَابُ الْبَعِيْرِ إِذَا انْشَقَّ اللَّحْمُ وَطَلَعَ: "اونٹ کے مسوڑوں کے گوشت کا پھٹ جانا اور اس میں سے دانت کا ظاہر ہونا"

۲۔ اَلْفِطْرُ: اَلْعِنَبُ إِذَا بَدَتْ رُؤُوْسُهَا: "انگور کے سروں کا برآمد ہونا"

۳۔ اَفْطَرَ الصَّائِمُ: "روزہ دار کا کھانے پینے کی پابندی کو توڑ کر باہر نکل آنا"

۴۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ: "پردۂ عدم کو پھاڑ کر زمین و آسمان کا وجود برآمد کرنے والا (خدا)"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۵۔ تَفَطَّرَتِ الْاَرْضُ بِالنَّبَاتِ : "زمین کے پھٹنے پر نباتات کا ظہور ہونا"

۶۔ اَلْفِطْرَةُ : اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔

(i)۔ اَلْحَالَةُ : حالت، ہیئت، کیفیت، یعنی جبلت اور طبیعت کی ایسی کیفیت، جو قبولِ دین پر اُکساتی ہے قطع نظر اس کے کہ یہ دین صحیح ہو یا غلط۔

(ii)۔ اَلسُّنَّةُ : طریقہ، سیرت، طرز خواہ غلط ہو یا درست۔

(iii)۔ اَلدِّيْنُ : نظامِ حیات، ضابطۂ زندگی، طرزِ فکر و عمل، خواہ روا ہو یا ناروا۔

(iv)۔ اَلْاِبْتِدَاءُ وَالْاِخْتِرَاعُ : "پیدائش اور آفرینش نو"

تعددِ فطر:

فطرت کے ان معانی کو نگاہِ تعمق سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کسی چیز کی فطرت، صرف ایک ہی نہیں ہوتی بلکہ بہت سی فطرتیں ہوتی ہیں۔ پرویز صاحب فطرت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فطرت کسے کہتے ہیں؟ پانی کو اگر علی حالہ چھوڑ دیا جائے تو وہ نشیب کی طرف بہتا ہے، ہر برتن کی شکل اختیار کر لیتا ہے، ایک خاص درجۂ حرارت پر جاکر منجمد ہو جاتا ہے اور دوسری طرف بھاپ بن کر اُڑ جاتا ہے، یہ خصوصیات پانی کی فطرت کہلائیں گی۔ یا مثلاً بکری گھاس کھاتی ہے۔ گوشت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتی، شیر گوشت کھاتا ہے کسی دوسری غذا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسے بکری اور شیر کی فطرت کہا جائے گا"

(تفسیر مطالب الفرقان ج ۲، صفحہ ۳۳)

یہ اقتباس، اس چیز کو واضح کرتا ہے کہ پانی کا نشیب کی طرف بہنا بھی ایک فطرت ہے۔ ہر برتن کی شکل اختیار کر لینا بھی اِس کی فطرت ہے، ایک خاص درجۂ حرارت پر منجمد ہونا اور پھر دوسری طرف مخصوص درجۂ حرارت پر اس کا بھاپ بن جانا بھی فطرت ہے۔ اسی طرح بکری کا گھاس کھانا اور شیر کا گوشت کھانا بھی، ان

سے یا یوں کہیے فطری تقاضا یا فطری صلاحیت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کی فطرتیں ہیں۔ لیکن بکری اور شیر کی یہی ایک فطرت نہیں ہے کہ وہ گھاس یا گوشت کھاتے ہیں بلکہ یہ بھی ان کی فطرت ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں دودھ پیتے ہیں خواہ دودھ پینے کی یہ مدت کتنی ہی عارضی اور کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہو۔ ایک مدت کے بعد، بکری اور شیر، دودھ چھوڑ کر گھاس پات اور گوشت خوری پر اُتر آتے ہیں اب اس صورتِ حال کو یا تو یوں کہہ لیجئے کہ بکری اور شیر کی شیرنوشی کی فطرت نے معدوم ہو کر بکری کی گھاس خوری اور شیر کی اکل لحم کی فطرت کے لئے جگہ خالی کر دی یا یوں کہہ لیجئے کہ ان دونوں جانوروں کی پہلی فطرت (عدم کا شکار ہوئے بغیر) دوسری فطرت میں تبدیل ہو گئی یا یوں کہہ لیجئے کہ ایک قسم کی فطرت دَب گئی اور دوسری قسم کی فطرت، نمایاں اور اُجاگر ہو گئی ہمیں الفاظ کے تفاوت سے کوئی سروکار نہیں ہے، آپ جن الفاظ کو چاہیں، اِس حقیقت کی تعبیر کے لئے منتخب کر لیں، لیکن بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی چیز کی ایک ہی بنیادی خصوصیت نہیں ہوتی بلکہ بہت سے خصائص ہوتے ہیں جن کو اس کی فطرتیں کہا جاتا ہے۔

بکری اور شیر کی بھی کوئی ایک فطرت نہیں ہے بلکہ بہت سی فطرتیں ہیں، بعض عارضی اور وقتی فطرتیں ہیں اور بعض دائمی اور مستقل۔ شیر اور بکری کی ابتدائی دور کی فطرت (شربِ لبن کی فطرت) ایک عارضی فطرت ہے جو بعد میں یا تو معدوم ہو جاتی ہے یا ایک دوسری فطرت میں بدل جاتی ہے جس کے تحت بکری، سبزہ خوری اور شیر، گوشت خوری پر اُتر آتا ہے۔ لہٰذا پرویز صاحب کا یہ قول قاطبۃً صحیح نہیں ہے کہ

"فطرت اس بنیادی خصوصیت کو کہتے ہیں جو غیر متبدل ہو"

(تفسیر مطالب الفرقان، ج ۲، صفحہ ۳۳)

اسی طرح انسان کی کوئی ایک حالت یا خصوصیت نہیں ہے بلکہ بہت سی حالتیں اور خصوصیتیں ہیں، جو مختلف فطرتوں سے وابستہ ہیں۔ اِن میں سے بعض وہ فطرتیں ہیں جو پوری نوعِ انسانی میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں اور بعض وہ ہیں جو افرادِ بشر میں فرداً فرداً پائی جاتی ہیں۔ انسانی وجود، چونکہ حیوانیت اور اخلاقیت کے دو پہلوؤں کو محیط ہے۔ اِس لئے انسان کی بعض فطرتیں، اس کے حیوانی پہلو سے تعلق رکھتی ہیں اور بعض اِس کے اخلاقی پہلو سے۔ اوّل الذکر پہلو سے متعلقہ فطرتیں غیر اختیاری

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہیں۔ جبکہ ثانی الذکر پہلو سے وابستہ فطرتیں اختیاری ہیں۔ پھر کہیں یہ فطرتیں، شعوری ہوتی ہیں اور کہیں غیر شعوری۔ کہیں عقلی ہوتی ہیں اور کہیں غیر عقلی۔

عالمِ طفولیت کی فطرتیں:

بچہ اپنی چھوٹی عمر میں کیا کرتا ہے؟ وہ اشیاء کو منتشر کر دیتا ہے، دوسروں کی چیزوں پر قبضہ جما لیتا ہے، قابلِ حفاظت اشیاء کو توڑ دیتا ہے، جہاں چاہتا ہے بول و براز کر ڈالتا ہے، آگ اور پانی میں ہاتھ ڈال دیتا ہے۔ ان حرکات کو دیکھ کر انسان سوچتا ہے کہ کیا یہی بچے کی فطرت ہے؟ ہاں بلاشبہ بچے کی حالتِ بچپن کی یہی فطرت ہے کہ وہ "کچھ نہ کچھ" کرتا رہے، مگر یہ "کچھ نہ کچھ" کرتے رہنے کی یہ فطرت، اس دور کی ہے جب ہنوز اس کی عقل و شعور کی قوتوں کو جلا نہیں ملی۔ وہ اگر اس عمر میں کنکر، مٹی یا برادے کو منہ میں ڈالتا ہے تو غیر شعوری طور پر یہ جاننے کے لئے کہ چکھ کر ان اشیاء کی حقیقت کو پالے، وہ اگر اشیاء کو توڑ پھوڑ کا نشانہ بناتا ہے تو غیر شعوری طور پر "شکست و ریخت" کی اس فطرت کو تسکین دیتا ہے جو شعور و عقل کی حالت میں تعمیر کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ وہ اگر آگ اور پانی میں ہاتھ ڈالتا ہے تو اپنی فطرت کے اس اقتضاء کو پورا کرنے کے لئے کہ وہ ہاتھوں سے ٹٹول کر ان اشیاء کی ماہیت کا علم حاصل کرے، کیونکہ علم انسان کو فطرتاً مرغوب و محبوب ہے (خواہ یہ کتنی ہی ادنیٰ چیز کا کیوں نہ ہو) وہ اگر وہیں بول و براز کر ڈالتا ہے جہاں وہ کھیلتا ہے تو یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی طبعی حوائج سے جلد فارغ ہو جائے، الغرض بچے کی یہ حرکات بھی، اس کی بچپن کی فطرت کا ہی نتیجہ ہیں۔

بے شعوری یا خام عقلی کی اس عمر میں، جس طرح بچے کی یہ حرکات، اس کی فطرت کا اقتضاء ہیں، اسی طرح عقل و شعور کی پختگی کی عمر میں، ان حرکات سے باز رہنا بھی اسکی فطرت ہے، فطرت دونوں ہی ہیں، ایک عارضی اور وقتی فطرت ہے۔ جو غیر عقلی اور غیر شعوری عمر تک محدود رہتی ہے اور دوسری دائمی اور مستقل فطرت ہے جو عقل و شعور کی عمر میں نہ صرف یہ کہ برقرار رہتی ہے بلکہ قدسیہ یا تزکیہ سے دوچار ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پرویز صاحب کی بیان کردہ مثالیں ہیں، بکری یا شیر کا ابتدائی دور میں دودھ پینا بھی فطرت ہے مگر عارضی اور تبدل پذیر۔ بعدازاں بکری کا نباتا خوری اور شیر کا گوشت خوری پر اُتر آنا بھی فطرت ہے مگر مستقل اور دائمی ـــ بچے کا نادانی کی حالت میں یہ سب کچھ کرنا بھی اس کی فطرت ہے مگر بے عقلی اور بے سمجھی کے ساتھ۔ بعد میں اپنی ان حرکات کو ترک کر دینا بھی اس کی فطرت ہے مگر عقل وشعور کی موجودگی کے ساتھ۔

متضاد فطری خصائل:

انسانی فطرت کا یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ اس میں متضاد فطری خصائل موجود ہیں ۔ رحم و شقاوت، بخل و سخاوت، بزدلی و شجاعت، کمینگی و شرافت، حرص و قناعت، تاخیر و عجلت، سختی و نرمی، حیاء و بے شرمی، سردی و گرمی، رضا و ناراضگی، تحمّل و غصہ، نفرت و محبت، یہ سب فطری صفات ہیں۔ اور بخشندۂ ایزدی ہیں ان میں سے کسی کا یہ مقصد نہیں کہ انہیں فنا کر دیا جائے، اب مقامِ غور ہے کہ آخر ان مثبت صفات کیساتھ یہ منفی اوصاف انسان کو کیوں وَدیعت کئے گئے ؟ اس لئے کہ انسان' ان ایجابی اور سلبی اوصاف میں اعتدال و توازن پیدا کرے کہ ایسا کرنا خود انسانی فطرت ہی کا تقاضا ہے۔

اِن اَوصاف میں اقتضاءِ فطرت کے تین پہلو:

ان جملہ صفات کے استعمال میں تقاضائے فطرت، تین پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

اوّلاً ـــ یہ کہ ان تمام وَدائع فطریہ کو (خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی) کسی نصب العین کی خدمت میں صَرف کیا جائے۔ انسان اور حیوان میں اصلی اور بنیادی فرق یہی ہے کہ حیوانی زندگی، نصبُ العین سے خالی ہوتی ہے جبکہ انسانی زندگی کا وجود اس کے بغیر بے معنیٰ ہے، اگر وہ صحیح نصبُ العین کو اختیار نہیں کرے گا۔ تو غلط نصبُ العین اس کی تگ و تاز کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اگر وہ راہِ حق میں مجاہدہ نہیں کرے گا تو راہِ باطل میں سرگرمِ عمل ہوگا۔ اگر اُس کی پوری زندگی صحیح اور صالح

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

افکار و نظریات کے زیرِ سایہ بسر نہ ہوگی تو غلط معتقدات کے تحت بسر ہوگی اور ان جملہ فطری اوصاف کو ان ہی راستوں میں صَرف کرنے پر مجبور ہوگا جو وہ اختیار کریگا۔

ثانیاً ـــــ یہ کہ ان جملہ فضائل و رذائل کو ٹھیک محل پر صَرف کرے۔ کیوں کہ یہی تقاضائے فطرت ہے۔ مثلاً جذبۂ شہوت ایک فطری جذبہ ہے اِس کا ایک مصرف یہ ہے کہ اسے بجا اور بے جا مقام و محل پر صَرف کیا جائے۔ بیوی اور غیر بیوی کے فرق سے بالاتر ہوکر قضاءِ شہوت کی جائے۔ دوسرا مصرف یہ ہے کہ صحیح مقام و محل پر صَرف کیا جائے، غیر محل پر اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے، تیسرا مصرف (بشرطیکہ اسے مصرف کہا بھی جائے) یہ ہے کہ سنیاسی، جوگی اور راہب بن کر اس فطری جذبے کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا جائے اور ترکِ لذاتِ دنیا اور رہبانیت اختیار کی جائے۔ بجا استعمال کے علاوہ باقی سب صُورتیں غیر فطری ہیں کیونکہ انسانی تمدن کے حق میں ان کا نتیجہ فساد اور بگاڑ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اِسی طرح رحم کو اگر غیر صحیح موضع پر استعمال کیا جائے تو وہ جرائم و معاصی میں معاون و مددگار بن جاتا ہے۔ منفی صفات میں سے عَداوت بھی ایک وصف ہے جسے اگر اس کے صحیح محل پہ استعمال نہ کیا جائے تو وہ انسانی معاشرے کی تلخیوں میں اضافے کا سبب بن جاتا ہے، لیکن اگر اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا کے تحت اسے برمحل اختیار کیا جائے تو اس کا نتیجہ سراپا خیر ہوتا ہے۔ الغرض، ان تمام رذائل و فضائل کے بارے میں انسانی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں وقفِ محلِ صحیح رکھا جائے۔ جہاں، جس وقت، جس مقام پر جو چیز اختیار کی جانی چاہیئے۔ وہاں اُس وقت، اُسی مقام پر وہی چیز اختیار کی جائے، جہاں واقعی "کفایت شعاری" سے کام لینا چاہیئے ورنہ "سخاوت" کرنا بے محل ہوگا۔ اور جہاں "سخاوت و فیاضی" سے کام لینا چاہیئے، وہاں "بخل" سے کام لینا بے محل ہوگا اور نتیجہ بُرا ظاہر ہوگا۔ مروّت، اگر بے موقع استعمال کی جائے تو بدکاریوں میں بے باکی اور جسارت پیدا کرتی ہے، فروتنی اور انکساری اگر بے محل ہو تو انسان کی عزتِ نفس خاک میں مل جاتی ہے، الغرض فطرتِ انسانی کا یہ تقاضا ہے کہ ہر وصف کو اُس کے موقع محل پر صَرف کیا جائے۔ بہرحال ہر اچھی بُری صفت کو

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اِس کے اصل ٹھکانے پر استعمال کرنا تقاضائے فطرت ہے، لیکن "اصل ٹھکانہ" اور "صحیح موقع ومحل" کیا ہے۔ اس کا تعین، انسان کے نصب العین حیات کی روشنی میں ہوتا ہے۔

ثالثاً ـــــ یہ کہ ان فطری اوصاف کے صرف واستعمال میں اعتدال، توازن اور تناسب کو ملحوظ رکھا جائے، اگر ان کا استعمال، اعتدال وتوسط کی حدود سے نکل کر افراط وتفریط کی حدوں تک پہنچ جائے تو صحیح محل پر استعمال کے باوجود بھی انکا نتیجہ نقصان دہ ہوگا۔ مثلاً حرص ایک فطری صفت ہے جو انسان کو بندۂ غرض بنا کر بدترین گناہوں پر آمادہ کرتی ہے، اسے اگر تفریط کی طرف لے جاکر نقطۂ فنا تک پہنچا دیا جائے تو انسانی عمل کے سوتے خشک ہو جائیں گے، کیونکہ یہی چیز اسکے لیئے محرکِ عمل ہے۔ اسی طرح شہوت کا جذبہ وہ جذبہ ہے جس کے تحت انسان نے جس قدر گناہ کیئے ہیں شاید اس کے علاوہ کسی اور جذبے کے تحت اتنے گناہ نہ کیئے ہوں، اسے اگر ختم کر دیا جائے تو نسلِ انسانی کا سلسلہ ہی ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کو حدِ اعتدال سے بڑھاکر غیر مشروط اور بے قید کر دیا جائے تو انسان، انسانیت کی سطح سے گر کر حیوانیت کی سطح پر آجائے، غضب وغصہ بھی ایک فطری صفت ہے جس نے دنیا میں کئی جھگڑے اور ظلم وستم پیدا کیئے ہیں، اگر اس کو سراسر بدی سمجھ کر معدوم کر دیا جائے، تو امن وامان ختم ہو جائے کیونکہ یہ غضب وغصہ کے جذبات ہی ہیں جو بدی کی قوتوں کی سرکوبی کے لیئے انسان کو اکساتے ہیں اور اس طرح امن وامان کے ضامن بنتے ہیں۔ یہی حال اچھی صفات کا ہے کہ ان میں سے جسے بھی اعتدال وتوسط سے کام میں نہ لایا جائے وہ تمدنِ انسانی کے لیئے وجۂ شر اور سببِ فساد بن جاتی ہے، مثلاً شجاعت، اگر حدِ اعتدال سے متجاوز ہوکر افراط کی انتہا کو پہنچ جائے تو وہ تہور اور حماقت بن جاتی ہے، دور اندیشی اگر حد سے بڑھ جائے، تو بزدلی اور نامردی بن جاتی ہے، رحم اگر نقطۂ وسط کو چھوڑ دے تو جرائم ومعاصی میں مددگار بن جاتا ہے۔ فیاضی اگر حد سے متجاوز ہو جائے تو اسراف وتبذیر کا روپ دھار لیتی ہے۔ کفایت شعاری پر اگر ضرورت سے زیادہ زور دیا جائے تو بخل اور کنجوسی میں بدل جاتی ہے۔ محبت اگر حدود آشنا نہ رہے، تو انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ الغرض، نفسِ انسانی کو جو صفات وخصوصیات فطرتاً

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ودیعت کی گئی ہیں انہیں نہ تو مائل بہ تفریط ہوتے ہوئے فنا کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی افراط کی طرف مائل ہوتے ہوئے ان کے مسرفانہ استعمال کی حاجت ہے۔ اقتضاءِ فطرت یہ ہے کہ ان میں اعتدال و تناسب کو ملحوظ رکھا جائے۔

فطرتِ صالحہ اور فطرتِ سیئہ :

اقتضاءِ فطرت کے ان تینوں پہلوؤں میں لحاظ اور عدمِ لحاظ، وہ چیز ہے جس سے فطرتِ صالحہ اور فطرتِ سیئہ کا وجود پیدا ہوتا ہے۔ ان دونوں قسم کی فطرتوں کو فطرتِ سلیمہ و فطرتِ سقیمہ کہیئے یا فطرتِ صحیحہ و غیر صحیحہ۔ فطرت صالحہ و فطرت سیئہ کہیئے یا فطرتِ حقہ و باطلہ۔ ہمیں الفاظ سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن یہ الفاظ، بہرحال جس حقیقت کے اظہار کے لیئے اختیار کیئے جاتے ہیں وہ ایک اٹل چیز ہے۔

وجودِ فطرت اور کتبِ پرویز :

خود پرویز صاحب کے درج ذیل اقتباسات، اس حقیقت پر شاہد عدل ہیں۔ ہم پہلے وہ اقتباسات پیش کرتے ہیں، جن میں "فطرتِ انسانی" کے وجود کو ایک امر بدیہی اور مسلّمہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے :

۱۔ انسانی فطرت کی اعجوبہ کاریاں : انسان کی فطرت عجیب واقع ہوئی ہے۔ اس کو اللہ اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے۔ تو یہ روگردانی کر لیتا ہے، سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ اسی کی ہنرمندیوں کی بدولت ملا ہے۔ کہاں کا خدا اور کون سی اس کی رحمت اور جب اس سے وہ رحمتیں چھن جاتی ہیں تو یوں محسوس ہو جاتا ہے گویا اس کا اب کوئی آسرا باقی نہیں رہا۔

(معارف القرآن، ج ۱، صفحہ ۱۵۸)

۲۔ جب فطرت انسانی میں اس حد تک علم ودیعت کر کے رکھ دیا گیا۔ تو ملائکہ کی گردنیں، اس کے آگے جھک جانی ضروری تھیں۔

(معارف القرآن، ج ۲، صفحہ ۳۵)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۳۔ قصۂ آدم کو اس مقام تک پہنچا کر دوسرا ورق اُلٹ دیا جاتا ہے جہاں امم سابقہ اور اقوام گزشتہ کے احوال و ظروف اور ان کے اعمال کے نتائج و عواقب سے فطرتِ انسانی کے ان مسلمات کی تشریح و توضیح کی جاتی ہے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

(معارفُ القرآن، ج ۲، صفحہ ۳۹)

۴۔ قصۂ آدم، نوعِ انسانی کی فطرت کا تذکرہ ہے نہ کسی ایک میاں بیوی کی سرگذشت۔

(معارفُ القرآن، ج ۲، صفحہ ۴۳)

۵۔ یہ وہ اندازِ زندگی ہے جس میں فطرتِ انسانی کو صحیح تسکین و طمانیت حاصل ہوتی ہے اور جسے جنت کی زندگی کہا جاتا ہے۔ یہ ان اعمال کی بدولت ملتی ہے جو انسان میں بقائے دوام کی صلاحیت پیدا کردیں یہ ہے فطرتِ انسانی کا تمثیلی بیان۔

(معارفُ القرآن، ج ۲، صفحہ ۵۴)

۶۔ خُدائی احکام کے مقابلے میں شیطانی احکام کے اتباع کا نام، شیطان کی عبودیت (محکومیت) اختیار کرنا ہے۔ فطرتِ انسانی سے اسی عبودیت سے احتراز کا عہد لیا گیا ہے۔

(معارفُ القرآن، ج ۲، صفحہ ۱۲۵)

۷۔ ان حالات کے ماتحت، حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی خوشخبری پہنچی۔ مقاماتِ مصرحہ میں فطرتِ انسانی کی ایک لطیف سی جھلک قابلِ غور ہے مرد خواہ کتنا ہی بوڑھا ہو چکا ہو اس کے لئے نئی اولاد کسی قسم کے جھجک کا باعث نہیں ہوتی، لیکن ایک سن رسیدہ (بوڑھی) عورت کے لئے اولاد کا تصور (خواہ اس کی آرزو کیسی ہی گہری کیوں نہ ہو) خفیف سے حجاب کا باعث ضرور ہوتا ہے۔ فطرتِ انسانی کی یہی وہ جھلک ہے جو حضرت سارہؓ کی ان حرکات سے بے نقاب ہو رہی ہے۔ جو اس کبر سنی میں بیٹے کی خوشخبری سے خود بخود ان سے سرزد ہو

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گئیں۔

(معارف القرآن، ج ۲، صفحہ ۳۴)

۸۔ "اسرار و رموز" کی یہ تمام نظر فریب عمارت، جس کی آئینہ بندی بڑے بڑے دیدہ وروں کی نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دیتی ہے۔ ایک ایسی بنیاد پر استوار ہے جس کی سند قرآن کریم میں کہیں نہیں مل سکتی، اس کا جذبۂ محرکہ بھی دراصل فطرت انسانی کی وہی اعجوبہ پسندی ہے جو کھلی ہوئی حقیقتوں سے سیراب ہونے کی بجائے، سربستہ رازوں کی تلاش میں لذت محسوس کرتی ہے۔

(معارف القرآن، ج ۲، صفحہ ۳۸۴)

۹۔ آخری ضابطۂ قوانین، پوری کی پوری فطرت انسانی کو سامنے رکھ کر عطا کیا گیا، اس لیئے اس کے بعد کسی اور تجدید کی ضرورت نہ رہی اس میں وہ سب کچھ بھی ہے۔ جو پہلے ضوابط میں موجود تھا اور اسکے علاوہ وہ سب کچھ بھی، جس کی فطرتِ انسانی کو تکمیل شرفِ انسانیت کے لیئے ضرورت ہے۔

(معارف القرآن، ج ۳، صفحہ ۶۴۳)

۱۰۔ نہ صرف کسی ایک زمانہ کے انسانوں کے لیئے الدِّین ایک تھا بلکہ ہر زمانہ میں ایک تھا، اس لیئے کہ انسان کی فطرت اور اس فطرت کے مقتضیات ایک ہی ہیں۔

(معارف القرآن، ج ۳، صفحہ ۶۱۱)

جناب پرویز صاحب کے یہ دس اقتباسات ہیں، جن میں فطرت انسانی کے وجود کو کھلے الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے۔ یعنی

"تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ"

یہ اقتباسات بھی مشتے نمونہ از خروارے ہیں ورنہ میں ایسی بیسیوں عبارتیں پرویز صاحب کے لٹریچر سے پیش کر سکتا ہوں جو فطرت انسانی کے وجود کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فطرتِ سیئہ وصالحہ کا وجود "کتبِ پرویز" میں :

اَب میں ان اقتباساتِ پرویز کو نذرِ قارئین کر رہا ہوں۔ جن میں اچھی اور بُری دونوں فطرتوں کا تذکرہ ہے :

۱۔ انسان کی فطرتِ صالحہ پر قسم قسم کے خارجی اثرات اثر انداز ہوجاتے ہیں۔

(معارفُ القرآن، ج ۱، صفحہ ۳۳۹)

۲۔ فطرتِ انسانی میں تسلیم واطاعت کی ملکوتی اور سرکشی وعصیان کی ابلیسی قوتیں دونوں موجود ہیں وہ اسے فطرتِ صحیحہ کی طرف مائل کرتی ہیں۔ اور یہ قانون شکنی ومعصیت کوشی کی غیر فطری زندگی کی طرف۔

(معارفُ القرآن، ج ۲، صفحہ ۳۳)

۳۔ سُورۂ ممتحنہ میں عورتوں سے بھی اس امر کا اقرار لیا گیا ہے۔ کہ وہ قتلِ اولاد سے مجتنب رہیں گی۔ حالانکہ "ماں کی مامتا" ایک مسلّمہ حقیقت تسلیم کی جاتی ہے لیکن جب انسانی فطرت مسخ ہو جائے تو کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ یہ کہاں پہنچ کر رہے گا۔ اس لیئے قرآن پاک نے جب اسکی طرف توجہ دلائی ہے تو ایک ایسے دلکش اور مؤثر انداز میں جذبات کو اپیل کیا ہے کہ اگر سینہ میں فطرتِ صحیحہ کی کوئی رمق بھی موجود ہے تو وہ پھریری لے کر اُٹھ بیٹھے۔

(معارفُ القرآن، ج ۴، صفحہ ۱۳۹)

۴۔ وہ (یعنی قرآنِ کریم ۔۔۔ قاسمی) تسلیم کرتا ہے کہ ایسی بُرائیاں بھی ہیں جو ہنگامی طور پر سرزد ہوتی ہیں اور بُرائی کرنے والے کی فطرت مسخ نہیں ہوتی، اس لیئے ایسی بُرائیوں کا دفعیہ، عقل ودانش اور فطرتِ سلیمہ کو اپیل کرنے سے ہوسکتا ہے۔ اسی کا نام بُرائی کی مدافعت بھلائی سے کرنا ہے۔

(معارفُ القرآن، ج ۴، صفحہ ۴۸۶)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۵۔ لیکن چونکہ وہ (یعنی قرآن مجید ــــ قاسمی) فطرتِ انسانی کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کرتا، اس لیے وہ یہاں پہنچ کر رُک نہیں جاتا بلکہ دوسرے رُخ کو بھی سامنے لاتا ہے اور کہتا ہے کہ بُرائی کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی فطرتیں مسخ ہو جاتی ہیں اور وہ دیدہ و دانستہ سرکشی و طغیانی پر اُتر آتے ہیں۔ یہ وہ بُرائی ہے جس کا دفعیہ، قوت ہی سے ہوسکتا ہے، یہ وہ جرم ہے جس کی سزا ضروری ہے۔

(معارفُ القرآن، ج ۴، صفحہ ۴۸۶)

۶۔ ہجرت، انسانی فطرتِ صحیحہ کا تقاضا اور مردِ مومن کی مجاہدانہ زندگی کا شعار ہے۔ (معارفُ القرآن، ج ۴، صفحہ ۳۵۷)

۷۔ قوانینِ خداوندی کی اطاعت، درحقیقت، انسان کی اپنی فطرت عالیہ کے نوامیس کی اطاعت ہے۔ کسی غیر کی محکومیت نہیں، فلہٰذا اس مملکت میں انسان کسی غیر کا محکوم اور غلام نہیں ہوتا بلکہ اس حریت و آزادی کا زندہ پیکر ہوتا ہے۔ جو اس کی فطرتِ صحیحہ کا تقاضا ہوتا ہے۔

(معارفُ القرآن، ج ۴، صفحہ ۴۲۰)

۸۔ چونکہ قوانینِ الٰہیہ، نوامیسِ فطرتِ انسانیہ کے مطابق ہیں اور فطرتِ صحیحہ کے تقاضوں میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس لیے قوانینِ خداوندی کے مطابق فیصلے عدل مطلق (Absolute Justice) پر مبنی ہوں گے۔

(معارفُ القرآن، ج ۴، صفحہ ۴۲۱)

۹۔ یہ وہ پیغام ہے جو ضمیرِ انسانی کی انتہائی گہرائیوں سے اُبھرتا ہے اور اس کی فطرتِ سعیدہ کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس لیے یہ کبھی پُرانا نہیں ہوسکتا۔

(معارفُ القرآن، ج ۴، صفحہ ۷۸۹)

پرویز صاحب کے یہ جملہ اقتباسات، نہ صرف یہ کہ "انسانی فطرت" کے وجود کا

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ثبوت ہیں بلکہ اس بات کا بھی ثبوت ہیں کہ یہ فطرت صالحہ بھی ہو سکتی ہے اور غیر صالحہ بھی، مسخ شدہ بھی ہو سکتی ہے اور غیر مسخ شدہ بھی، سعیدہ بھی ہو سکتی ہے اور غیر سعیدہ بھی، خارجی اثرات سے دب بھی سکتی ہے اور ان سے آزاد ہو کر ابھر بھی سکتی ہے۔

آیتِ فطرت اور پرویز صاحب:

اس کے بعد آیئے، سورۃ الروم کی اس مشہور آیت کی طرف، جس میں "انسانی فطرت" کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ۔ (الروم ۳۰)

"پس آپ اپنے چہرے کو یکسوئی کے ساتھ دین پر جما دیجئے، یہی خُدا کی فطرت ہے۔ جس پر اس نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے، خُدا کی ساخت کو تبدیل نہ کریں۔"

جناب پرویز صاحب اس آیت میں لفظ "فطرت" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اس لفظ کے مادہ (ف۔ط۔ر) کے متعلق مطالب الفرقان، جلد اوّل (زیرِ تشریح آیت ۲/۲۱) میں تفصیل سے بتایا جا چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۶/۱۴) کہا ہے فَطَرَ کے معنیٰ ہیں کسی شئے کو عدم سے وجود میں لانا، اسے پہلی بار پیدا کرنا، لہٰذا فطرت کے معنیٰ ہوئے، خدا کا وہ طریق (یا قانونِ) تخلیق، جس کی رو سے وہ کسی شئے کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ فَطَرَ کے ان معانی کی روشنی میں آیت (۳۰/۳۰) کا صاف مفہوم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ، انسانوں کو بھی اسی قانون و طریقِ تخلیق کے مطابق عدم سے وجود میں لایا ہے جس طریق کے مطابق، جملہ کائنات کو پیدا کیا۔
>
> (تفسیر مطالب الفرقان، ج ۲، صفحہ ۳۵)

اس آیت کے معنیٰ و مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے پرویز صاحب نے تین

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

لغزشیں کی ہیں:

پہلی لغزش:

ان کی پہلی لغزش یہ ہے کہ انہوں نے "فطرت" کا معنیٰ "قانون وطریقِ تخلیق" کیا ہے۔ حالانکہ دنیا جہان کی کسی عربی لغت میں یہ معنیٰ نہیں پایا گیا ہے۔

- اَلْفِطْرَةُ مِنْهُ الْحَالَةُ كَالْجِلْسَةِ وَالرِّكْبَةِ اَلْمَعْنٰى اَنَّهُ يُوْلَدُ عَلٰى نَوْعٍ مِنَ الْجِبِلَّةِ وَالطَّبْعِ الْمُتَهَيِّءِ لِقَبُوْلِ الدِّيْنِ۔

(لسان العرب، ج ۵، صفحہ ۵۸)

اسی سے فطرت ہے جو حالت کو کہتے ہیں جس پہ اسے پیدا کیا گیا جیسے جِلْسَةٌ (بیٹھنے کی حالت) اور رِكْبَةٌ (سوار ہونے کی ہیئت) پس فطرت کا معنیٰ یہ ہوا کہ بچہ کو ایک خاص جبلت اور طبع پر پیدا کیا جو کسی نہ کسی دین کو قبول کرنے پر تیار رہتا ہے۔

- اَلْفِطْرَةُ: اَلْخِلْقَةُ، حالتِ پیدائش۔

(معجم مقاییس اللغۃ، ج ۴، صفحہ ۵۱۰)

- وَمِنْهُ الْفِطْرَةُ، وَفَطَرَ اللّٰهُ الْخَلْقَ وَهُوَ اِيْجَادُهُ الشَّيْءَ وَاِبْدَاعُهُ عَلٰى هَيْئَةٍ مُتَرَشِّحَةٍ لِفِعْلٍ مِنَ الْاَفْعَالِ۔

- اور اسی سے فِطرۃ ہے۔ فَطَرَ اللّٰهُ الْخَلْقَ کا معنیٰ ہے، اس کا کسی شے کو ایک ایسی ہیئت پر وجود میں لانا اور بنانا ہے جو کسی فعل کے کرنے پر اسے آمادہ کرے۔

(المفردات، امام راغب)

- (اَلْفِطْرَةُ): صَدَقَةُ الْفِطْرِ، وَ اَلْخِلْقَةُ الَّتِيْ يَكُوْنُ عَلَيْهَا كُلُّ مَوْجُوْدٍ اَوَّلَ خَلْقِهٖ، وَ اَلطَّبِيْعَةُ السَّلِيْمَةُ لَمْ تُشَبْ بِعَيْبٍ۔

- "فِطرہ" (i) صدقۃ الفطر (ii) وہ حالتِ پیدائش، جس پر ہر صاحب وجود، پیدائش سے اب تک قائم ہے۔ (iii) وطبعیت سلیمہ جس میں عیب

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کا شائبہ نہ ہو۔

(المعجم الوسیط)

الغرض آپ کوئی سی لغت کی کتاب اُٹھا کر دیکھ لیں۔ فِطرت کا معنیٰ "قانونِ تخلیق" یا "طریقِ تخلیق" کہیں نہیں ملے گا۔ "حالتِ تخلیق" کا معنیٰ تو مل جائے گا مگر پرویز صاحب کے بیان کردہ معانی سے ہر کتابِ لغت خالی ہوگی۔ پرویز صاحب کی یہ عادت ہے کہ وہ پہلے سے ایک مخصوص ذہن بنا لیتے ہیں اور پھر اسکے تحت کتبِ لغت کو کھنگالتے ہیں وہ اپنے ذہن سے موافقت رکھنے والی بال کی نوک کے برابر بھی کوئی چیز پائیں تو اسے لے کر اس میں اپنے خود ساختہ معانی کو ملا کر ایک ملغوبہ تیار کر لیتے ہیں۔ اسے لغات القرآن کے نام سے منظرِ عام پر لے آتے ہیں۔ الفاظِ لغت اور قرآن سے لیتے ہیں مگر ان میں مفہوم اور معانی کی اپنی دنیا سمو دیتے ہیں۔

وہ جھوٹ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ جس میں "سچ" کی بھی (کسی مقدار میں) آمیزش کی گئی ہو۔ مجرد جھوٹ، اس قدر غارتگر اور فتنہ انگیز نہیں ہوتا جس قدر کہ وہ جھوٹ، جس میں کسی قدر سچ کی چاشنی بھی داخل کی گئی ہو۔ پرویز صاحب نے کتُبِ لغات میں "فِطرۃ" کے معانی میں "حالتِ تخلیق کو دیکھا اور پھر اس پورے مرکبِ اضافی کی مجرد صداقت میں سے "تخلیق" کو جُدا کر لیا۔ اور اس کے ساتھ "قانون" یا "طریق" کا لفظ مِلا کر حق و باطل کا ایک ملغوبہ بنا کر پیش کر دیا جو مجرد جھوٹ کی نسبت زیادہ خطرناک ہے۔

دوسری لغزش

پرویز صاحب نے آیت زیرِ بحث میں دوسری لغزش کا ارتکاب ـــــ لاَ تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ ـــــ کے مفہوم میں کیا ہے، ان کے نزدیک آیت میں خبر کا مفہوم پایا جاتا ہے جبکہ فی الواقعہ اس میں "امر" کا مفہوم واقع ہے، موصوف محترم کا مفہوم تسلیم کر لینے کی صورت میں، یہ ماننا پڑتا ہے کہ ـــــ "خُدا کی خلق میں تبدیلی نہیں ہوتی ـــــ حالانکہ خود قرآن ہی اس امر پر گواہ ہے کہ خلق اللہ میں تغیر و تبدیل کا فعل، اتباعِ شیطان ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللهِ (۴/۱۱۹) "پھر وہ اللہ کی خلق میں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تبدیلی کریں گے" کے الفاظ، اس امر پر شاہد ہیں۔ لہذا پرویز صاحب کا ان الفاظ کے مفہوم کو "خبر" قرار دینا قطعی غلط ہے، آیت زیر بحث کے الفاظ اگرچہ لفظاً خبر ہیں مگر معناً امر ہیں۔ اس لیئے ان کا اصل مفہوم یہ نہیں کہ "خُدا کی خلق میں تبدیلی نہیں ہوتی" بلکہ یہ ہے کہ "خُدا کی خلق میں تبدیلی نہ کرو"

تیسری لغزش:

"مفکر قرآن" صاحب کی تیسری لغزش یہ ہے کہ انہوں نے "فِطْرَتَ اللهِ" سے مراد "خدا کی اپنی فطرت" مُراد لے کر اس پر اپنے استدلال کا قصر فلک بوس یوں تعمیر کیا کہ قرآن نے "انسان کی فطرت" یہ بیان کی ہے کہ وہ "بے صبرا" "ظالم و جاہل" "ناشکرا" "جلدباز" اور "جھگڑالو" ہے۔ اب اگر خُدا نے اپنی فطرت پر انسان کو پیدا کر کے ان میں یہ صفات رکھی ہیں تو اس سے خُدا کے متعلق بڑا گھناؤنا تصور سامنے آتا ہے ___ استدلال کی یہ بلند و بالا عمارت، اس مفروضہ پر اُٹھائی گئی ہے کہ فِطْرَةَ اللهِ کا معنیٰ خود "خدا کی اپنی فِطرت" ہے۔ حالانکہ اس کا معنیٰ "خُدا کی اپنی فطرت" نہیں ہے۔ بلکہ "خدا کی بنائی ہوئی فِطرت" ہے۔ یہاں فِطرت کی اضافت' خدا کی طرف، اس معنیٰ میں نہیں ہے کہ یہ "خدا کی اپنی فِطرت" ہے بلکہ اس کا معنیٰ ہے کہ یہ "خُدا کی بنائی ہوئی فِطرت" ہے۔ قرآن پاک میں ایک جگہ هٰذَا خَلْقُ اللهِ کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ کا یہ معنیٰ تو نہیں ہو سکتا کہ خدا خود مخلوق ہے اور ___ "یہ خُدا کی اپنی پیدائش ہے" بلکہ یہی معنیٰ ہیں کہ "خُدا خود خالق ہے" اور یہ ___ "خُدا کی بنائی ہوئی خلق ہے" ___ بلکہ اسی طرح "فِطرۃ اللہ" کا یہ مفہوم نہیں کہ یہ "خُدا کی اپنی فِطرت" ہے۔ بلکہ یہ معنیٰ ہیں کہ ___ یہ "خُدا کی بنائی ہوئی فِطرت ہے"

اس وضاحت کے بعد، آیت فِطرت کا مفہوم یوں نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

> "پس اے مخاطب! آپ اپنے چہرے کو یکسوئی کے ساتھ دین پر جما دیجئے، یہی خُدا کی بنائی ہوئی وہ فِطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا فرمایا۔ اللہ کی پیدائش و ساخت میں تبدیلی نہ کیجئے"

لیکن پرویز صاحب، اس واضح مفہوم کی بجائے، الفاظ کے گورکھ دھندے میں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پڑھتے ہوئے، آج یہ مفہوم بیان کرتے ہیں۔

"لہٰذا صحیح روشِ زندگی یہ ہے کہ تو ان تمام غلط راہوں سے منہ موڑ کر، اپنی تمام توجہات کو اسی نظامِ زندگی پر مرکوز کر دے، جو خدا کے تخلیقی قانون کا تقاضا ہے اور جس قانون کے مطابق، اس نے خود انسان کو پیدا کیا ہے۔ خدا کا یہ قانونِ تخلیق غیر متبدل ہے (اس لیئے یہ نظامِ زندگی، جو انسانی معاشرے کیلئے، بذریعہ وحی دیا گیا ہے، اسی طرح غیر متبدل ہے۔) یہی وہ نظامِ زندگی ہے جو نہایت محکم اور تمام نوعِ انسانی میں توازن قائم رکھنے کا موجب ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے"

(مفہوم القرآن، آیت ۳۰/۳۰)

پرویز صاحب کے نزدیک "مفہوم القرآن" شاید اس چیز کا نام ہے کہ آیت میں سے چند الفاظ کے اُردو میں مترادفات تلاش کر کے، انہیں الفاظ کے ذریعہ، اپنے خود ساختہ طولانی جملوں میں استعمال کر دیا جائے، اگر اسکے باوجود بات نہ بن پائے تو بین القوسین کچھ جملے رکھ کر اس کسر کو پورا کر ڈالا جائے اور یہ سب کچھ کرتے ہوئے اس بات کا خاص طور پر التزام برتا جائے کہ "مفہومُ القرآن" میں "خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ" کے اصول کی کوئی پرچھائیں عبارت پر نہ پڑ سکے۔

عقائدِ پنجگانہ:

وہ علماء جو آیتِ فطرت کا مفہوم، پرویز صاحب کے مفہوم سے مختلف بیان کرتے ہیں، ان کی "بے علمی" اور "جہالت" پہ حیرت اور طنز کا اظہار کرتے ہوئے پرویز صاحب فرماتے ہیں:

"حیرت اندر حیرت، کہ خود مسلمانوں نے بھی، اسی نظریہ کو (یعنی انسانی فطرت کے نظریہ کو) اختیار کر لیا اور یہیں تک اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ اسے بڑھا چڑھا کر یہاں تک لے گئے کہ یہ عقیدہ وضع کر لیا۔ کہ

ا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۲۔ لہٰذا انسان کی فطرت، عین خدا کی فطرت ہے۔

۳۔ اسلام دینِ فطرت ہے یعنی عین انسانی فطرت کے مطابق۔

۴۔ لہٰذا کوئی کام جو انسانی فطرت کے خلاف ہو وہ اسلام کے خلاف ہے۔

۵۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اگر اسے ماحول کے اثرات سے غیر متاثر رکھا جائے، تو اس کی زندگی، اسلام کے مطابق ہوگی۔"

(تفسیر مطالب الفرقان، ج ۲، صفحہ ۳۴)

عقائدِ پنجگانہ اور پرویز صاحب:

ان "عقائدِ پنجگانہ" میں سے کوئی عقیدہ بھی ایسا نہیں جس کا پرویز صاحب نے اقرار و اثبات نہ کیا ہو، موصوف محترم کے درج ذیل اقتباسات کو ملاحظہ فرمائیے:

و اگر کہیں مسٹر ٹیلر کے سامنے قرآن کریم ہوتا تو اسے اس حسرت و حرماں نصیبی سے یُوں مضطرب و حیران نہ ہونا پڑتا، وہ قرآن، جس کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ نے فطرتِ انسانی کو خود اپنی فطرت کے خطوط پر متشکل کیا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔

(معارف القرآن، ج ۳، صفحہ ۵۸۳)

و وہ ذات حق مطلق ہے اور چونکہ انسانی فطرت خود اسی حق کی فطرت پر متفرع ہے اس لئے ہو نہیں سکتا کہ انسان کی تخلیق باطل ہو اور بلا مقصد ہو۔

(معارف القرآن، ج ۳، صفحہ ۳۰۱)

و اے پیغمبرِ اسلام! ہر طرف سے منہ موڑ کر اس نظام زندگی کیطرف اپنا رُخ پھیر لو، جو اس فطرتِ خداوندی کے عین مطابق ہے۔

(معارف القرآن، ج ۴، صفحہ ۴۲۱)

و یہی دین ہے، جس کا میزانِ خداوندی میں وزن ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دین (نظام مملکت) فطرتِ انسانی کے مطابق

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نہیں۔

(معارف القرآن، ج ۴، صفحہ ۴۲۶)

● یہ نظام چونکہ فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ اس لئے تمام نوعِ انسانی کے لئے مطلوب ہے۔

(معارف القرآن، ج ۴، صفحہ ۴۴۱)

● قرآن، فطرتِ انسانی کا ترجمان ہے۔

(معارف القرآن، ج ۴، صفحہ ۴۴۷)

پرویز صاحب کا زمانۂ انکارِ فطرت:

ممکن ہے کہ تقلیدِ پرویز کی اندھی لاٹھی کے سہارے چلنے والے یہ کہہ دیں کہ ــــ "منکرِ قرآن" کے یہ تمام اقتباسات، اس دور کے ہیں جبکہ وہ انسانی فطرت کے قائل تھے مگر اب ان کی "تحقیق" بدل چکی ہے۔ بعد میں وہ انسانی فطرت کے قائل نہیں رہے، لہٰذا ان کے دورِ سابق کے اقتباسات کو پیش کرنا بے سود ہے ان کی بعد کی تصانیف میں سے اگر کوئی اقتباس ہے تو پیش کیجئے ــــــــ

میں جواباً عرض کردوں گا کہ جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے، پرویز صاحب نے انسانی فطرت کا انکار سب سے پہلے لغات القرآن میں کیا ہے۔ جو جنوری ۱۹۶۱ء میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ "انسانی فطرت کے" انکار اور اس کے دلائل کو (بشرطیکہ انہیں کہا بھی جاسکتا ہو) اپنی مختلف تصانیف میں دہراتے چلے گئے ہیں، لیکن "انسانی فطرت" کا یہ پہلو بڑا ہی تابناک ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو منوا کر چھوڑتی ہے۔ خواہ منکر کتنا ہی انکار کیوں نہ کرے، چنانچہ پرویز صاحب کو بھی اسکے وجود کا اقرار کرنا ہی پڑا۔ انہوں نے ستمبر ۱۹۷۳ء میں ایک مقالہ بعنوان "کیا ہم آزاد ہیں؟" میں فرمایا کہ ــــ ایسے شخص کی اطاعت قطعاً نہیں کرنی چاہیئے، جو ــــ

۱۔ خود بھی کوئی بھلا کام نہ کرے اور دوسروں کو بھی بھلائی کے کاموں سے روکتا رہے، صحیح قوانین سے سرکشی برتنے میں سب سے آگے اور منفعت بخش امور میں سب سے پیچھے ہو، شقی القلب، سخت گیر،

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بے رحم، جھگڑالو، ہر وقت کوشش یہ کہ دوسروں کا سب کچھ ہڑپ کر جائے اس قسم کے لوگ اس قدر ذلیل فطرت اور گھناؤنے کردار کے باوجود لوگوں کے لیڈر اس لیئے بن جاتے ہیں کہ وہ مالدار ہوتے ہیں۔

(طلوعِ اسلام، ستمبر ۱۹۷۲، صفحہ ۴۲)

یہ اقتباس نہ صرف یہ کہ "انسانی فطرت" کے وجود کا اثبات کرتا ہے بلکہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ یہ فطرت گھٹیا اور گھناؤنی بھی ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں درج ذیل اقتباسات بھی ملاحظہ فرمائیے:

۲۔ خدا کے ایک برگزیدہ رسول کو ایک ایسی ہیئت میں (اشارہ ہے تورات کے زیرِ حوالہ اقتباس کی طرف۔ قاسمی) پیش کیا گیا ہے جس سے سعید فطرت کا تصور بھی کانپ اُٹھے۔

(مطالبُ الفرقان، ج ۵، صفحہ ۴۲۰، طبع ۱۹۸۲ء)

۳۔ ان لوگوں کی دوں فطرتی اس حد تک آگے بڑھ جاتی ہے کہ جب ان سے فریقِ مقابل کے دلائل کا جواب نہیں بن پڑتا تو یہ استخفاف اور استہزاء پر اُتر آتے ہیں۔

(مطالبُ الفرقان، ج ۵، صفحہ ۳۸۰، طبع ۱۹۸۲ء)

انسانی فطرت کے شدید انکار کے بعد، اس کا یہ اعتراف، وہ جادو ہے جو منکرِ فطرتِ انسانی کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے

مزاجِ پرویز کا ایک پہلو:

پرویز صاحب کے مزاج کا یہ پہلو، کسی ایسے شخص پر مخفی نہیں ہے جس نے اس کے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے کہ وہ علماءِ مغرب کے متضاد اقوال و آراء میں سے ایک پسندیدہ قول کو لیتے ہیں اور پھر قرآن کو چھیل چھال کر اُسے "قرآنی دریافت" ثابت کر ڈالتے ہیں۔ پھر وہ ذہن، دماغ اور زبان و قلم کی جملہ قوتوں کو اس قول کے حق میں "قرآنی دلائل" فراہم کرنے میں صرف کر ڈالتے ہیں، لیکن ترتیبِ بیان میں "قرآنی دلائل" کو مقدم رکھ کر، آخر میں علماءِ مغرب کا وہ قول پیش کر دیتے ہیں جس کے زیرِ اثر وہ یہ "قرآنی دلائل" فراہم کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔ انسانی فطرت کے انکار میں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جس قول کو انہوں نے ذہنی بنیاد کے طور پر قبول کیا ہے وہ ایریچ فرام (Erich Fromm) کا یہ قول ہے:

"علم الانسان کے ماہرین کی اکثریت نے یہ انکشاف کیا ہے کہ انسان ایک قرطاس ابیض (سفید کاغذ) بن کر پیدا ہوتا ہے جس پر کلچر اپنا متن تحریر کر دیتا ہے (The Anatomy of Human Destructiveness P-247)

(تفسیر مطالب الفرقان، ج ۲، صفحہ ۲۷)

اس قول کے متعلق، وہ یہ فرماتے ہیں کہ

"علم النفس کے ماہر (اب) اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسان کی کوئی فطرت نہیں (Erich Fromm) نے عمر بھر کے تجارب کے بعد، اس غلط نظریہ کی بڑی محققانہ انداز سے تردید کی ہے۔"

(تفسیر مطالب الفرقان، ج ۲، صفحہ ۴۴)

میں نہیں جانتا کہ ایریچ فرام کمیونسٹ عقیدے سے وابستہ ہے۔ یا کسی دوسرے فکر سے۔ لیکن یہ بات بہرحال واضح ہے کہ "انسانی فطرت" کا انکار، اشتراکیت کے علمبرداروں نے کیا ہے اور پرویز صاحب ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اشتراکی نظام کے ڈھانچے کو "نظامِ ربوبیت" کے لیبل سے عین اسلام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے نزدیک چودہ صدیوں میں پیدا ہونے والے مسلم علماء اور سکالرز، قرآن کے نظامِ معیشت کو نہیں سمجھ سکے، اسے صرف "حضرت" کارل مارکس اور اس کے یارِ غار "حضرت" اینجلز ہی نے سمجھا ہے، اور اب اُمت مسلمہ میں پرویز صاحب وہ پہلے "مفکر" ہیں، جنہوں نے اسے جان لیا ہے۔

پرویز صاحب اور تقلیدِ مغرب:

بہرحال آج پرویز صاحب صرف ایک "ایریچ فرام" کی تقلید میں "انسانی فطرت" کا انکار کر رہے ہیں جبکہ کل تک دیگر علمائے مغرب کی تقلید میں وہ انسانی فطرت کا دم بھرتے رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(R.F Johnston) اپنی کتاب (Confucianism And Modern China) میں (Westminster Confession) کے حوالہ سے لکھتا ہے:

"(عیسائیت کا ــــ قاسمی) ازلی گناہ کا عقیدہ درحقیقت ایک "ازلی خرابی" ہے۔ جس کی وجہ سے ہم ہر قسم کے خیر سے بیزار اور ہر قسم کے شر کی طرف مائل رہتے ہیں۔

سر ہنری جونس اپنی کتاب (A Faith That Enquires) میں اس عقیدہ کی تردید وتکذیب کے بعد، فطرت انسانی کے نیک ہونے کا اعلان کرتا ہے (Sir, James/ Rvine) نے سینٹ انڈریوز کے گرجے میں ایک بصیرت افروز تقریر کے دوران میں کہا کہ جو چیز میرے دل میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت لئے ہوئے ہے وہ یہ ہے کہ میرے تجربے نے میرے اس احساس کو اور بھی زیادہ شدید کر دیا ہے کہ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے نیک ہے

(TIMES, London, Dated 20-1-1933)

مشہور عالم نفسیات (William Mc Dougall) اپنی کتاب (Character and The Conduct Of Life) میں لکھتا ہے:

اب دورِ حاضر کے بچے کی عزتِ نفس کو شروع ہی سے اس عقیدے سے ٹھیس نہیں لگائی جاتی کہ وہ فطرتاً بدواقع ہوا ہے۔ بلکہ اب اسکی تربیت اس کلیہ کے ماتحت عمل میں آتی ہے کہ وہ فطرتاً نیک ہے اور وہ ایک مہذب اور شستہ ماحول میں یقیناً نیکی، سچائی اور حسن کا متلاشی ہوگا۔ یہ یقیناً فوزِ عظیم ہے۔

مسٹر ٹیلر (A.E.Talor) لکھتا ہے کہ یہ عقیدہ ایک بطلان ہے اور میں کسی ایسے سائنٹیفک اور خدا کی طرف دعوت دینے والے مذہب کا استقبال کروں گا۔ جو ہمیں فطرتِ انسانی پر ایسی مضحکہ خیز تہمت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پر ایمان رکھنے کی ضرورت بچالے۔

(Mind-Joly 1912)

(معارف القرآن، ج ۳، صفحہ ۵۸۲)

غور فرمائیے، کل تک پرویز صاحب ان علمائے مغرب کی تقلید میں "انسانی فطرت" کے قائل رہے ہیں اور آج وہ ایرچ فرام (Erich Fromm) کی تقلید میں اسکے انکار پر تُل گئے ہیں کیونکہ یہ چیز انکے عقیدۂ اشتراکیت سے میل کھاتی ہے جسے انہوں نے "نظامِ ربوبیت" کا خوش آئند نام دیا ہے، مغربی مفکرین کی تقلید کے پیشِ نظر، وہ ذہنی جمناسٹک کا مظاہرہ کرتے ہوئے، کبھی ایک چیز کا انکار کرتے ہیں اور کبھی اقرار، اِس طرح جب وہ ایک مفکّر کی رائے کو قبول کرکے اسے خیرباد کہہ کر دوسرے مفکّر کی رائے کو قبول کرتے ہیں اور اس "ردو قبول" کو وہ "علمی تحقیق" کا نام دیتے ہیں تو اِس راہ پہ چلتے ہوئے وہ ایک وقت میں، کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے قرآن سے "دلائل" کشید کرتے ہیں اور دوسرے وقت میں اسی چیز کی تردید میں کتاب اللہ سے "براہین" نچوڑ ڈالتے ہیں، جب وہ "انسانی فطرت" کے قائل تھے تو حدیث ـــــ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ۔ مطابق قرآن تھی۔ لیکن آج جب کہ "انسانی فِطرت" کا نظریہ، غیر قرآنی نظریہ قرار پاگیا تو یہ حدیث مردود و مطرود ٹھہر پاگئی، کیونکہ پرویز صاحب نے روایاتِ حدیث کے ردو قبول کے بارے میں اس مسلک کو اپنا رکھا ہے کہ

> روایات کے بارے میں میرا مسلک یہ ہے کہ ان کے صحیح اور غلط ہونے کا معیار قرآن کریم میں ہے۔

(تفسیر مطالب الفرقان، ج ۳، صفحہ ۲۴۷)

اور قرآن کریم وہ چیز ہے جسے جس وقت جو مفہوم چاہا، اس کی طرف منسوب کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ چونکہ فلاں حدیث، قرآن کے خلاف ہے۔ لہٰذا ناقابلِ قبول ہے۔ حالانکہ وہ قرآن کریم کے مفہوم کے خلاف نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف اس مفہوم کے خلاف ہوتی ہے جسے قرآن کے گلے مڑھ دیا جاتا ہے۔

ـــــ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

انسانی فطرت اور اشکالِ پرویز

بہر حال بات "انسانی فطرت" کے متعلق ہو رہی تھی، جس کے متعلق پرویز صاحب نے ایک اشکال یہ پیش کیا ہے :

"اگر انسانی فطرت کے نظریہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر خدا کی طرف سے سلسلۂ ہدایت اور حضرات انبیاءِ کرام کی بعثت عبث ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ جب فطری خصوصیات کو بدلا ہی نہیں جا سکتا تو پھر اس سلسلۂ ہدایت سے حاصل کیا ہو گا ؟"

(تفسیر مطالب الفرقان، ج ۲، صفحہ ۳۶)

یہ ایک لفظی بحث ہے کہ فطری خصوصیات کو بدلا جا سکتا ہے یا کہ نہیں، ہم اس کے تغیر پذیر ہونے پر خود پرویز صاحب کے بہت سے اقتباسات پیش کر چکے ہیں کہ بعض فطرتیں، زمانی حدود میں محدود ہوتی ہیں ۔ مثلاً بکری کی ابتدائی زمانے میں شیر خوری کی فطرت، جو ایسی عارضی اور تغیر پذیر فطرت ہے جو ایک عرصے کے بعد باقی نہیں رہتی۔ لیکن اگر پرویز صاحب کے اس مفروضہ کو صحیح بھی مان لیا جائے کہ "فطری خصوصیات ناقابلِ تغیر ہیں" تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو ناقابلِ تبدل ماننے کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں ہے کہ ۔۔۔ "یہ خصوصیات خارجی اثرات سے دب بھی نہیں سکتی ہیں"۔۔ اگر ان کے "قابل تغیر و تبدّل" ہونے کا مفہوم، پرویز صاحب پر گراں گزرتا ہے تو بہر حال، ان خصوصیات کا غلط ماحول کے زیر اثر دب جانا اور غلط اثرات کا ان پر حاوی ہو جانا تو خود انہیں بھی مسلّم ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

"انسانی فطرتِ صالحہ پر (ماحول، وراثت، وغیرہ کے) اثرات اس درجہ مؤثر ہوتے ہیں کہ فطرت ان خارجی اثرات سے بالکل دب جاتی ہے۔ اس لیئے ہدایتِ خداوندی کی رہبری کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے آگاہ کرتی ہے کہ سیدھا راستہ کون سا ہے اور غلط کون سا۔ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰/۱۰) "ہم نے اسے دونوں راستے دکھا دیئے"

(معارف القرآن، ج ۱، صفحہ ۳۴۹)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

انسان کی فطرتِ صالحہ پر قسم قسم کے خارجی اثرات اثر انداز ہوتے ہیں۔ جن کے نیچے یہ فطرت دب جاتی ہے اور جس راستے پر چلنے کے لیئے انسان تخلیق کیا گیا تھا۔ وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے، اس راستہ کو بھلا بیٹھتا ہے۔ ہدایتِ خُداوندی سے مقصود یہ ہے کہ وہ اس بھولے ہوئے سبق کی یاد دلا دے، اس لیئے قرآنِ کریم کو تذکرہ کہا گیا ہے یعنی بھولی بسری باتوں کو یاد دلانے والا، سو اللہ کے راستہ میں صحیح جدوجہد کے معنٰی یہ ہیں کہ انسان اس تذکرہ کی مدد سے صحیح راہ پر گامزن ہو جائے۔

(معارفُ القرآن، ج ۱، صفحہ ۲۳۹)

اب یا تو یہ کہہ لیجئے کہ اسلام کی بدولت، انسان کی فطرت فاسدہ، فطرت صالحہ میں تبدیل ہو جاتی ہے یا یہ کہہ لیجئے کہ اسکی فطرت صالحہ، جو ماحول و وراثت کے اثرات سے دب گئی تھی، اب اسلام کی بدولت، ان مؤثرات کے دباؤ سے آزاد ہو گئی ہے ہمیں اس سے غرض نہیں کہ آپ اس حقیقت کی تعبیر کے لیئے الفاظ کیا استعمال کرتے ہیں، لیکن یہ بہر حال حقیقت ہے کہ انسان کی ایک نہیں کئی فطرتیں ہیں، صالح بھی اور فاسد بھی۔ ماحول کے زیرِ اثر یہ تغیر و تبدل کا شکار بھی ہوتی ہیں یا بالفاظِ دیگر خارجی اثرات سے دب بھی جاتی ہیں اور ان سے آزاد ہو کر بے نقاب بھی ہو جاتی ہیں۔

رحمانیہ

- کیسٹ لائبریری کے اجراء کا مقصد کتاب اللہ اور سنتِ رسول ؐ کی تعلیمات کو فروغ دینا ہے۔
- لائبریری کی خدمات بلا معاوضہ ہیں۔
- بطور سیکورٹی ۲۵ روپے یا دو عدد کیسٹ جمع کروانا ہوں گے۔
- تمام احباب بوقت ضرورت اور حسب ضرورت محدود وقت کے لئے کیسٹ بھی جاری کروا سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ